

مولانا نور عالم ظلیل امینی *

عراق میں شکست: مگر کس کی؟

بغداد کے سقوط اور بدکار و بدکردار امریکیوں اور برطانویوں کے سامنے عراق کے پسپا ہو جانے کا صدمہ ناقابل بیان حد تک دل دوز تھا اور ہے۔ ساری امت مسلمہ کو دنیا کے کونے کونے میں اس کی وجہ سے جو رنج و غم لاحق ہوا اور جس قلبی اذیت اور پہنی کرب کا احساس ہوا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ غم اور یہ احساس الم اس امت کیلئے قدرتی بات ہے جس کو خدائے بزرگ و برتر نے احساس عزت اور خوداری و حمیت کی بے پایاں دولت سے نوازا ہے۔ یہ معززانہ احساس خدائے لم یزل کے اس برترین اور بہترین دین کا فیضان ہے جس کو خدا تعالیٰ نے سر باندی کیلئے نازل کیا ہے؟ شکست و ریخت، مغلوبیت اور ناکامی اس کی فسرت کے یکسر خلاف ہے۔

سقوط عراق کا المیہ صرف مسلم عوام ہی کے لئے باعث حزن و ملال نہیں بلکہ مسلمانوں کے طبقہ خواص کو عام لوگوں سے سوا دکھ ہوا ہے۔ یعنی علماء و دعاۃ، مفکرین اور اسلام اور مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے تو یہ غم اور بھی دل گداز اور جگر کوشق کرنے والا ثابت ہوا ہے آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ لکھ پڑھے باشعور مسلم طبقہ کا حال اس سے کتنا برا ہوا ہے کہ ان کا قلبی سکون، کام کرنے کی فرصت، سوچنے کی طاقت، لکھنے پڑھنے کی صلاحیت اور زندگی کے مختلف گوشوں میں سرگرم سفر رہنے کی ان کی اہلیت کو کس درجہ نقصان پہنچا ہے کیونکہ یہ تنہا عراق پر قبضے کا معاملہ نہیں کہ وہ اپنے زخم جگر کو کسی طرح سی لیں اور اپنے دل کی رنوگری کا انتظام کر لیں بلکہ یہ سارے خطے پر قبضے سے عبارت اور ساری امت کے غلام بنالینے کے مترادف ہے۔ یہ قبضہ برسوں کے منصوبہ بندی اور صہیونیوں اور صلیبیوں کی عرصے سے تیار کی جا رہی اسکیم کا نتیجہ ہے۔ اس قبضے کے ذریعے مخصوص صہیونی و صلیبی اہداف کو بدروئے کار لائے جانے کا مسئلہ اور اس کی خطرناک امت مسلمہ کے چیدہ افراد کی نیند اڑائے دے رہی ہے۔ اس بھیانک منصوبے کے دور رس نتائج کو وہ سوچ سوچ کر مرے جا رہے ہیں کہ خدا خواستہ مسلمانوں کے وہ بدترین دن شاید آچکے ہیں جن کا ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے عرصے سے اندیشہ تھا۔

لیکن موجودہ المیہ اور دیگر حوالوں سے یہ سوچ کر غم و الم کی کیفیت میں کسی نہ کسی درجے میں کمی ضرور واقع

ہے کہ زخم خواہ کتنا گہرا ہو خون کی کتنی ہی مقدار اس سے کیوں نہ رس جائے بحیثیت مجموعی امت کے لئے جان ایوا ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ نیز قادرِ مطلق اور حکمت و علم والے خدا کی مرضی سے زخم کی گیرائی و گہرائی من حیث المجموع امت کے لئے بہ ہر صورت ایسی مایوس کن نہ ہوگی کہ کام کا حوصلہ تاریخ رقم کرنے کا اس کا تسلسل موقوف ہو جائے اور یہیم کارناموں کی انجام دہی کی اس کی معجزانہ صلاحیت کو گھن لگ جائے اور اقوام و امم پر اس کی اخلاقی، اجتماعی، علمی، ثقافتی، تہذیبی اور انسانی برتری کے تاریخی رفتار میں بالکلیہ رخ نہ واقع ہو جائے۔ مصائب کا طوفان آزمائشوں کی آندھی اور شدید زلزلوں کی کیفیت امت کی اندرونی معنوی دفاعی طاقت کو نہ صرف جگاتی ہے بلکہ اس کے افراد کے اندر دین کی طرف باز روی کی طاقت و تحریک پیدا کرتی ہے۔ آزمائشیں جس درجہ شدید ہوتی ہیں اسی درجہ ان سے ”چیلنج“ کی کیفیت رونما ہوتی ہے۔ چیلنج کا مزاج یہ ہے کہ وہ نہ صرف اونگھتے کو ہوشیار بلکہ انتہائی خراٹے کی نیند سونے والے کو بیدار کر دیتا ہے، انسانی جسم میں بلا کی قوت مدافعت ابھار کے انسان کو جوش و جذبہ، خود اعتمادی اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر آمادہ کر دیتا اور اپنی ذات کے حوالے سے کسی بھی خطرے سے نہرد آ زما ہونے کا یا راعطا کرتا ہے اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی شیخ فانی بستر مرگ پر پڑا کر رہا ہو، اس کے دست و بازو میں نوالہ توڑنے، گلاس کا پانی اٹھا کے منہ تک لے جانے کی طاقت نہ ہو، اچانک اس کو ایک عجیب اذیت ناک تجربے سے دوچار ہونا پڑ جائے۔ مثلاً یہ کہ اس کی اکلوتی جوان سال بیٹی تنہا گھر میں ہو اس کی بوڑھی ذات کے سوا کوئی اور گھر میں اس کا سہارا نہ ہو، اچانک بدکاری کا رسیا کوئی جوان اس کے گھر میں گھس آئے، اور اس پر دست درازی کرنے لگے۔ وہ بوڑھا جو بستر سے اٹھ نہیں سکتا، اس صورت حال کو دیکھتے ہی بستر سے کود پڑتا ہے، اپنے اندر ایک خرقِ عادت، طاقت محسوس کرتا ہے، وہ چار پائی کے قریب پڑے ہوئے ایک بوسیدہ ڈنڈے کو اس کے سر پر دے مارتا ہے اور وہ نامراد گر پڑتا اس کے گھر سے نکل بھاگتا ہے، بوڑھے کو اپنی عزت کی حفاظت اور اپنی سب سے عزیز آبرو کے دفاع کا احساس اس قدر خوشی و مسرت سے لبریز کر دیتا ہے کہ وہ اپنی صحت میں غیر معمولی بہتری محسوس کرتا ہے، وہ اسی دن سے چلنے پھرنے لگتا ہے اور کم از کم گھر کی چہار دیواری کے اندر اس کو کسی سے اپنی ذات کیلئے، کسی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اللہ پاک نے اس دین کی حفاظت اس کے تسلسل اس کے ہر حال میں بار آور رہنے کی ضمانت دی ہے۔

انا لنحرف نزلنا الذکر و انا لہ لحفظلون (الحجر/۹)

”ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔“ (ترجمہ شیخ الہند)

دین اور اس کی کتاب کی حفاظت اسی طرح ہوگی کہ دین کے ماننے والے من حیث المجموع باقی رہیں گے، دین کے نمائندے اور دین کی کتاب کی تعلیم پر عمل پیرا رہنے والے بہ ہر صورت برآں موجود رہیں گے، دین کی حفاظت اہل دین ہی کی بقا کی شکل میں ہوا کرے گی۔ لہذا یہ دین اپنی حفاظت اور اپنے ماننے والوں کی حفاظت کے حوالے سے

”خود کار“ واقع ہوا ہے اس لئے کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے منتخب کردہ اور پسندیدہ دین ہے۔ امت کو وقتاً فوقتاً جس آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے مصیبت کی جس کٹھن گھڑی سے اس کو گزرنا پڑتا ہے اور اپنی طویل تاریخ کے دورانے میں اس کو جن مکروہات اور جگر خراش واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے ان میں اللہ پاک کی بڑی حکمت ہوتی ہے۔ اگر ہمیں اللہ پر یقین ہے اور ضرور ہے تو ہمیں اس حکمت پر ایمان رکھنا ہوگا، حکمت یہ ہے کہ نیک و بد کی پہچان ہو جائے، سچے اور جھوٹے کافر کو نمایاں ہو جائے، محض دعوے دار اور واقعی وفادار کی شناخت قائم ہو جائے۔ احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون (العنکبوت/۲)

”کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کی جانچ نہ ہوگی۔“

نیز یہ کہ امت پر جو بر اوقت آتا ہے وہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق اس کے افراد کے برے کړتوت کی وجہ سے آتا ہے، اولاد آدم کا اپنی قسمت کو بگاڑنے اور اپنے نصیب کو اجاڑنے کا عمل کیا کچھ کم ہے جو ان کی مصیبت کے وقت کسی اور سبب کو تلاش کیا جائے؟!

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقہم بعض الذی عملوا لعلہم یرجعون (الروم/۴۱)

”پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے، چکھانا چاہیے ان کو کچھ مزہ ان کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں“

جبکہ وہ خدائے غفار و رحیم ہمارے بہت سے گناہوں پر خط غفور پھیرتا اور اپنی شان کریبی سے ہماری طرف سے بے حد و حساب چشم پوشی بھی کرتا رہتا ہے :

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر (الشوریٰ/۳۰)

”اور جو بڑے تم پر کوئی سختی سودہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور وہ معاف کرتا ہے بہت سے گناہ“ اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ ہم جن مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں ان میں خدا کی مرضی اور اس کی مصلحت شامل ہوتی ہے اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، کائنات کے ہر حرکت و سکون میں اس کی تقدیر و تدبیر کا دخل ہوتا ہے۔ رسول کے خلاف بنائے گئے باغیانہ، عاصیانہ اور غلط کارانہ اصول و ضوابط کے علم برداروں کو بھی منہ دیکھنا پڑا۔ حق پرست، حق پر قائم، حق کا دفاع کرنے والے پابند و فائدہ نبی اصولوں اور طریقہ ہائے کار کو کسی ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں ہوا۔ وہ اصول و ضوابط جن پر کاربند رہنے والوں کو نہ تو کبھی کسی کی ملامت کا خدشہ رہا اور نہ ہی کسی جابر و ظالم کے سامنے حق بات کہنے سے انہوں نے کوئی باک محسوس کیا۔ متعدد اہل قلم نے لکھا ہے کہ ۱۹۶۷ء کی اسرائیل عرب جنگ میں جب عربوں کو دردناک ہزیمت ہوئی، جس کے نتیجے میں مسجد اقصیٰ

کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے مصر و شام و اردن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا، جن پر اب تک اس کا قبضہ برقرار ہے تو مصر کے ایک بڑے بزرگ داعی اور مفسر قرآن شیخ محمد متولی شعر اوی (متوفی ۲۲ صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷ جون ۱۹۹۸ء) اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے، شکر امانے کی نماز پڑھی اور خالق کائنات کی بے پناہ حمد و ثناء کی حالانکہ یہ شکست امت کیلئے خاصی محو شکن اور کم تر ثابت ہوئی اور امت اس کے عواقب سے هنوز جانبر نہ ہو سکی اور نہ معلوم کب تک اس کے بھیہب نتائج سے مسلمانوں اور عربوں کو دوچار رہنا پڑے گا، شیخ سے بہت سے لوگوں نے متعجبانہ پوچھا کہ آپ نے اس شکست پر اظہار مسرت یا اظہار (اطمینان کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا اظہار اطمینان اور اللہ کے حضور سجدہ ریزی اس اصول کی شکست کے حوالے سے ہے، جس کی جمال عبدالناصر (۱۹۱۸ء-۱۹۷۰ء) اور ان کے ایسے عربی قومیت کے علم بردار کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ اصول اور یہ راہ عمل قطعی اسلام مخالف تھا، اگر جمال عبدالناصر کو فتح مل جاتی، تو اس کا غرور اس کو مزید بے راہ روی اور ظلم و جور پر آمادہ کرتا اور مسلمانان عالم عموماً اور عرب خصوصاً اپنے دین و عقیدے کے تعلق سے بڑے فتنے کا شکار ہو جاتے۔

لہذا عراق کی شکست اور امریکہ و برطانیہ کی فتح خواہ کتنی ہی المناک کیوں نہ ہو، اسلام کی شکست نہیں اور نہ ہی یہ مجموعی طور پر امت کی شکست ہے اور نہ ہی اسلامی تاریخ کی رفتار مسلسل کی شکست ہے، اس لئے کہ اس جنگ میں اسلام کو کوئی عمل دخل نہ تھا، وہ تو اس سے بالکل علیحدہ رکھا گیا تھا، اس لئے کہ انقلاب پسند بعضی صدام حسین نے جو اسلامی احکام سے ہمیشہ برسر پیکار اور محرکات دین کا شدید مخالف رہا اور اس کے ساتھ کے لوگوں نے کبھی اسلام کو اپنا رول ادا کرنے کا موقع ہی کب دیا تھا، صدام یا اس کے لوگ کسی بھی حیثیت سے اسلام کے مناسدے نہیں تھے کہ کہا جائے کہ امریکہ عراق جنگ میں خدا نخواستہ اسلام کو پسا پی ہوئی۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امریکہ اور برطانیہ نے عراق کو جوتاہ و برباد کیا، عراقیوں کا جس طرح قتل عام کیا، عراقی تہذیب و تاریخ کو جس طرح پامال کیا اور اب جس طرح وہ عراق کے زبردستی حکمران بن بیٹھے ہیں اور جس طرح پوری دنیا اور اقوام متحدہ کی مخالفت کے باوجود عراق پر حملہ کیا اور اس پر شب و روز بموں اور آتش و آہن کی بارش کی، تو ان دونوں نے ٹھیک ہی کیا، بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عراق کی ہزیمت سے امت کو جو چوٹ لگی ہے، دل و جگر جس طرح خون ہوئے ہیں، غم و الم سے جس طرح سینہ شق ہوا جا رہا ہے، یہ شکست اسلام کیا دھرا نہیں اور نہ اس میں اس امت مسلمہ کا کوئی قصور ہے جو نیکی کے فروغ اور بدی کے ازالے اور اللہ و رسول کی وفاداری اور انسانوں کی بھائی کے لئے معرض وجود میں لائی گئی ہے۔ یہ شکست و رسوائی بھٹیوں، قومیت کے دعوے داروں اور انقلاب و ترقی کا دم بھرنے والے ان حکمرانوں اور قائدین کی دین ہے، جنہوں نے ملک اور قوم سے غداری کی اور امریکہ و برطانیہ کو اس کا موقع دیا کہ وہ زبردست استعماری منصوبوں کے تحت، عراق پر چڑھائی کر کے، اس کو مغلوب کر لیں اور اس سارے

اسلامی خطے کو غلام بنالینے کی راہ پیدا کر لیں۔

اس سلسلے میں بہت سے اسلام پسند قلم کاروں، مفکروں اور داعیوں نے متعدد ٹھوس شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں انتہائی واضح ثبوت یہ ہے کہ صدام حسین اور اس کے لوگ اچانک مشکوک طور پر غائب ہو گئے اور ملک و قوم کو امریکی ڈبرطانوی بھیڑیوں کے حوالے کر دیا، اسی لئے امریکی افواج کی طرف سے ان کی تلاش کے حوالے سے کوئی سنجہ کوشش سامنے نہیں آ رہی بلکہ پیہم اس طرح کی خبریں آ رہی ہیں (جیسا کہ اخبار ”نیویارک ٹائمز“ نے بھی کہا ہے) کہ بعض گائیڈوں کے ذریعے ٹھوس معلومات ملنے کے بعد بھی امریکہ نے صدام کو بغداد میں گرفتار کرنے میں کوئی دل چسپی نہیں دکھائی، بلکہ گرفتاری سے گریز کیا۔ اخبار نے مزید کہا ہے کہ متعدد عراقی افسران کی گرفتاری کو جو امریکی افسران اچھال رہے ہیں تو یہ گرفتاری انہوں نے نہیں کی، بلکہ عراقی افسران نے از خود اپنے کو امریکیوں کے حوالے کرادی، تجزیہ نگاروں نے یہ بات بطور خاص نوٹ کی ہے کہ امریکہ نے صدام کا پتہ بتانے کے لئے جو انعامی رقم مخصوص کی ہے اس کو صدام اور اس کے لوگوں کے بھیا تک جرائم سے کوئی نسبت نہیں نیز یہ پورٹریٹ بھی کثرت سے آ رہی ہیں کہ صدام اور امریکی افواج کے مابین یہ معاملہ طے ہو گیا تھا، کہ امریکی افواج صدام اس کے اہل خانہ اور اس کے خاص لوگوں کو زندہ بچ کے نکل جانے کی راہ دے دیں اور اس کے بدلے میں وہ عراق پر قبضہ کر لیں۔

اس سلسلے میں یہ ثبوت بھی بہت ٹھوس نظر آتا ہے کہ صدام حسین اور اس کے ساتھیوں نے امریکہ کی زبردست ٹیکنالوجی والی عسکری طاقت کو بالقصد پیچ سمجھا جس کی اس وقت کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں اور عراقی عوام اور امت مسلمہ کو یہ باور کرایا کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کو ردوایتی زنگ آلود ہتھیاروں سے بغیر کسی فضائی طاقت کے، محض بڑے بڑے بول کے ذریعے اور بلند بانگ ہمالیائی دعوؤں کے بل بوتے پر بالکل بے ہرادیں گئے اور عراق کے صحرائیں امریکیوں کو زندہ دفن کر دیں گئے حالانکہ ان کے پاس کسی ایسے عمل کا اثاثہ موجود نہیں تھا، جس سے اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اللہ کی مدد متوجہ ہوتی ہے اور جس سے دشمن کے زبردست سامان ضرب و حرب اور مومن کی استطاعت بھرتھوڑے اسباب دفاع میں توازن کی کوئی شکل پیدا ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ صدام یا ان کے لوگوں نے اس سلسلے میں جس رویے کا اظہار کیا، یہی درحقیقت ان سارے لوگوں کا رویہ ہوا کرتا ہے جو بڑے بول کے قارون اور عقیدہ و عمل کے حوالے سے مفلس محض ہوتے ہیں۔ صدام کے پیش رو جمال عبدالناصر کا بھی یہی حال تھا، لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اسرائیل کو سمندر میں غرق کر دے گا اور قضا و قدر کے ہاتھ سے زبردستی فتح و نصرت کو چھین لے گا، لیکن اسکو آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور تاریخی ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا جس کو اب تاریخ نے اچھی طرح ریکارڈ کر لیا ہے، تاکہ کہتی دنیا تک لوگوں کیلئے یہ باعث عبرت ہو۔